پاکستان میں شیعیت اور آفاقی سوشلزم

تحریر از: ڈاکٹر سید بنیاد علی آفاقی

13 رجب کا دن تھا جب پروفیسر منتظر نقوی صاحب کے ہاں چند ایک بڑے علمی و ادبی دوست اکٹھے تھے۔ مختلف حالات حاضرہ پر بحث ہو رہی تھی۔ محفل میں بیٹھے ایک مہمان نے جب یہ کہا کہ ملک میں ہم اہل تشیع کے ہاں جو کشمکش چل نکلی ہے۔۔۔؛ تو وہاں موجود آغا فرمان کہنے لگے،

آغا فرمان: صد ہا افسوس! کہ ہمارے جذباتی شیعہ کس طرح اندھیر نگری میں کھوئے جا رہے ہیں۔ ستم ظریفی دیکھئے کہ جو کوئی اُن کو ظلمت کی کوٹھری سے باہر نکالنے کیلئے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے، اُلٹا اُس کو ہی غلط ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(آغا صاحب کے سامنے ہی بیٹھے ڈاکٹر دانش مہدی بولے)

دانش مہدی: آپ کس اندھیرے اُجالے کی بات کر رہے ہیں، کچھ ہمارے پلے بھی توڑنا چاہئے۔

آغا فرمان: میں کمبخت شیعہ غالیوں کے متعلق کہہ رہا تھا۔ منبروں پہ چڑھ کر یہ بندر نما ذاکرین کا ٹولہ شیعیت کے نام پر گلوکاری کے شوق میں جو آئمہ اطہارؑ کے ایسے ایسے فضائل گاتا ہے، کہ بس خدا کی پناہ! ہم جیسے موحدوں کی تو روح کانپ اُٹھتی ہے۔ اندازہ کیجئے کہ جب ہمارا اپنا یہ حال ہے تو غیروں کی شکایت کا ہمارے پاس کیا سدباب ہو گا۔

دانش مہدی: (قہقہ لگاتے ہوئے) آپ کہنا چاہتے ہیں کہ اہلبیتؑ کے جو فضائل وہ بیان کرتے ہیں، آپ کی موحد حیا برداشت کرنے سے قاصر ہے۔ آپ کے نزدیک پھر فضائل کی نوعیت کیسی ہونی چاہئے؟ کیا غالیوں کو فضائل میں تقصیر کرنی چاہئے تاکہ زود ہضم ہو جائیں؟

آغا فرمان: آپ نے لفظ تقصیر نامناسب استعمال کیا ہے؛ البتہ مفہوم بالکل درست ہے۔

دانش مہدی: (ہلکا سا مسکرا کر) خود اِن کیساتھ کیا ہونا چاہئے؟

آغا فرمان: (بڑے جلال میں) اِن گلوکاروں کو منبرِ رسول ﷺ پر آنا منع کر دیا جائے۔

دانش مہدی: (یکسر تیور بدلتے ہیں) آپ فضائل آلِ محمد ﷺ کو اپنی مرضی کے تابع کرنا چاہتے ہیں؟

آغا فرمان: (حیران ہو کر) میں نے تو ایسا ہرگز نہیں کہا۔

دانش مہدی: تو پھر اُن کی زبانی فضائل میں کیا حرج ہے؟

آغا فرمان: (بڑے معلمانہ انداز میں) دیکھئے ہر زبان میں کلام سے پہلے اسکے الفاظ اور گرائمر پر کامل عبور حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جب ہم متعلقہ زبان کی روح جان لیتے ہیں تو پھر ہمیں اسمیں دیئے گئے پیغام کو سمجھنے اور بیان کرنے کا معقول استحقاق

حاصل ہو جائے گا۔ چونکہ دینِ اسلام عربی زبان میں اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا تو یہ امر لازم قرار پاجاتا ہے کہ ہم اس مقدس زبان میں احسن طور پر مہارت حاصل کریں تاکہ کوئی ہمارے بیان پر انگلی نہ اٹھا پائے۔

دانش مہدی: مطلب آپ کو دعویٰ ہے کہ آپ عربی زبان کو اپنی مٹھی میں بند کر چکے ہیں۔

آغا فرمان: بالکل نہیں۔

دانش مہدی: وہ کیوں؟

آغا فرمان: عربی زبان کی حقیقت اتنے حجابات میں پوشیدہ ہے کہ اگر کوئی عالم ان کے مکمل علم کا دعویٰ کر بیٹھے تو اس سے بڑا کوئی جاہل نہیں۔

دانش مہدی: (مسکرا کر آغا صاحب کی طرف دیکھتے ہیں) لیکن آغا جان آپ نے ابھی ابھی، چند لمحے قبل ہی یہ بھی تو ارشاد فرمایا تھا کہ جب تک زبان پر کلی اختیار حاصل نہ ہو جائے، لب کشائی جائز نہیں۔ اگر عربی زبان پر عبور حاصل ہونا ہی منع ہے تو پھر ذاکرین کی زبانی نالائقی پر شکایت کیسی؟ آپ نے خود ہی بتا دیا کہ بڑے بڑے عالم عربی زبان کے سامنے بے بس گرے پڑے ہیں۔

آغا فرمان: آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟

دانش مہدی: آپ نے خود ہی فرمایا کہ اسلام بنا عربی محال ہے۔

آغا فرمان: ہاں آپ کہہ سکتے ہیں۔

دانش مہدی: انسانی تاریخ پرانی ہے کہ عربی زبان؟

آغا فرمان: بیشک تاریخ انسانی۔

دانش مہدی: کیا آپ اسلام کو دینِ فطرت مانتے ہیں؟

آغا فرمان: کیوں نہیں۔

دانش مہدی: اسلام پہلے آیا کہ فطرت؟

آغا فرمان: عجیب سوال ہے! کون صاحب عقل منکر ہو سکتا ہے کہ فطرت ہی قدیم ہے۔ اسلام تو فطرتی ہونے کا دعویدار ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ فطرت کے مطابق ہے۔

دانش مہدی: اور تمام انبیاؑ قبل از ہمارے نبی پاک ﷺ اسلام پر ہی قائم تھے۔

آغا فرمان: بالکل ٹھیک۔

دانش مہدی: کیا ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی آفاقی کتاب ماننے میں آپ کو کوئی دقت درپیش ہو سکتی ہے؟

آغا فرمان: ایسی کوئی بات نہیں! بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات تو خود ہمارے نفوس میں لکھی پڑی ہیں۔

دانش مہدی: بہت خوب! یعنی ایک آفاقی کتاب باہر لکھی نظر آتی ہے موجودات میں، تو دوسری ہمارے باطن کی آیات میں۔

آغا فرمان: لاریب!

دانش مہدی: ان اندرونی اور بیرونی آیات کو پڑھنے کیلئے کیا چیز انسان کیلئے کارآمد ہے؟

آغا فرمان: عقل۔

دانش مہدی: آپ نے سارا مسئلہ تو خود ہی حل کر دیا۔

آغا فرمان: وہ کیسے؟

دانش مہدی: عقل استعمال کر کے! آغا صاحب جب عقل نے نفوس میں پوشیدہ باطنی آیات، آفاق میں بکھری ہوئی لا متناہی اسرار کو پڑھ لیا؛ تو پھر الفاظ اور گرائمر کی لسانیاتی فن کاریوں اور قلا بازیوں کو معنی کی حقیقت دریافت کرنے میں لازم جاننا کوئی دیانتدارانہ فیصلہ قرار پا سکتا ہے؟ آپ نے کربلا میں یہ حقیقت نہیں دیکھی کہ کس طرح عربوں نے نواسہ رسول ﷺ کو قتل کر دیا۔ اُس سفاک عربی درندے، حجاج بن یوسف کے بارے میں کیا کہا جائے گا جس نے اعراب لگوائے؟

معلوم ہوا کہ لسانیات کو فقط مذہبی تاجروں نے دین بنانے کا دھندا کر کے اپنی اجارہ داری قائم رکھنے کیلئے مقدس آلے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ ورنہ قرآن تو اہل عرب کو ان کی ہی زبان میں مخاطب کر رہا تھا۔ جبکہ اصل منشا کسی طرح ''عقل'' کو بیدار کرنا ہی رہا ہے تمام ہدایت میں۔ بلکہ اللہ خود فرماتا ہے کہ اس نے آیات بھیجی ہیں صرف اہل عقل کیلئے! پس ہم کسی طور پر اسلام، جو دین الہیٰ فطرت کی ترجمانی کرتا ہے، کو عربوں اور عربی زبان میں نظر بند نہیں کر سکتے۔ ہمیں کوئی حق حاصل نہیں کہ جس طرح یورپی کلیسا نے روحِ عیسائیت کو لاطینی زبان میں یرغمال بنا رکھا؛ اسلام میں بھی عقل کو لسانیات کے پتھر میں بدل دیں۔ ورنہ ان الفاظ، بے روح الفاظ پرست، مذہبی ٹھیکداروں کیلئے تو آج بھی ''زمین ساکن'' ہے۔

آغا فرمان: میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ گلوکار خطباء غلط روایات گا گا کر مجمعے کو گمراہ کرتے ہیں۔

دانش مہدی: کیا میٹھی آواز اللہ کی عطا کردہ ایک نعمت نہیں؟ گدھے اور کوئل کی آواز میں فرق تو بہرہ بھی کر سکتا ہے۔

آغا فرمان: جی ہاں، حضرت داؤدؑ کی ہمارے پاس بہترین مثال ہے۔

دانش مہدی: کیا نبی داؤدؑ کے بعد اللہ نے خوش الحانی، فطرت اور آواز میں پائی جانے والی سُروں کو سماعت کیلئے حرام کر دیا؟

آغا فرمان: ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟

دانش مہدی: مطلب یہ آواز میں جمال ایک دائمی صفت ہے۔

آغا فرمان: مسئلہ آواز کا نہیں، بلکہ آواز کے طلسم میں موجود وہ شرک کا پیغام ہے جو غالی حضرات فضائل آل محمد ﷺ کے نام پر پھیلا رہے ہیں۔

دانش مہدی: کیا خود اللہ نے آیات قرآنی اہلبیتؑ کی مدح وستائش میں نازل نہ کیں؟

آغا فرمان: بیشمار آیات انؑ کا قصیدہ گاتی ہیں۔

دانش مہدی: آغا صاحب، کبھی اپنے اس پہلو پر بھی زندگی میں دھیان دیا کہ شاید آپ ہی غلط سوچ رہے ہیں۔

آغا فرمان: کونسا پہلو؟

دانش مہدی: کہ غالی جو حدیث بیان کرتا ہے وہ ٹھیک ہو ہی نہیں سکتی۔

آغا فرمان: ایسا کیسے ممکن ہے؟ حدیث کی جانچ پڑتال واسطے باقاعدہ سند مطلوب ہوتی ہے، پھر درایت کا قاعدہ اخذ کیا گیا ہے۔

احادیث کا لاکھ مقام لائق احترام سہی؛ لیکن وہ آیات کی مانند تنقید سے مستثنیٰ نہیں۔ چنانچہ ہماری عظیم کتاب الکافی بھی تمام احادیث کے پاک ہونے کی دعویدار نہیں ہو سکتی؛ جیسا اہل سنت نے اپنی چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہہ کر نہایت ناانصافی برتی ہے، حالانکہ وہ اللہ کا کلام نہیں۔

دانش مہدی: میرا آپ سے نہایت سادہ سوال ہے۔ ہاں یاناں۔ کیا آپ اپنی عقل کا اتنا قد سمجھتے ہیں کہ آپ آل محمد ﷺ کے فضائل کا احاطہ کر لیں؟

آغا فرمان: سچی بات تو یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے بارے میں مکمل علم کا دعویدار نہیں ہو سکتا۔ وہ نہیں جانتا کہ اتنے عرصے بعد اسکی کیا سوچ، صلاحیت اور کردار ہو گا۔ جہاں تک دوسروں کے متعلق حتمی رائے قائم کرنے کا معاملہ ہے، تو ہم ایک چیونٹی کی ذات پر بھی مکمل علم ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ ہم تو اس کی چند یا کافی حصوصیات ہی جاننے تک محدود ہیں۔ جبکہ امامؑ کی خود حدیث متواتر اور مشہور ہے کہ، ""ہمیں اللہ نہ کہو۔ اس کے بعد تم ہمارے جو فضائل اور صفات بیان کر لو، ہم ان سے بالا ہیں۔ تمہاری عقول کبھی ہم تک رسائی نہیں پا سکتیں۔""

آپ نے خود ہی دیکھ لیا کہ حدیث میں معصومؑ نے غالیوں کی رد فرما دی ہے کہ وہ اللہ نہیں!

دانش مہدی: اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا چکے کہ ہم کبھی بھی ان کے فضائل کی حدیں دریافت نہیں کر پائیں گے۔

آغا فرمان: اس امر میں شک محال ہے۔

دانش مہدی: کیا آپ یہ ماننے کو تیار ہیں کہ ہر ایک کی عقل دوسرے سے الگ نہیں ہوتی؟۔

آغا فرمان: عقول کے مختلف درجات ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات کہ عقل تمام انسانوں میں یکساں تقسیم ہے، بالکل معقول نہیں۔

دانش مہدی: آپ نے کبھی اللہ دیکھا؟

آغا فرمان: جو عقل و فہم کی قید میں آجائے وہ محدود شے کبھی اللہ کی ہستی ثابت نہیں ہو سکتی۔

دانش مہدی: مطلب اللہ کی کوئی حد نہیں۔

آغا فرمان: بیشک۔

دانش مہدی: ایک طرف اللہ بے حد ہے، تو دوسری طرف فضائل آلِ محمد ﷺ۔ تو پھر آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ کہاں صفات کی سرحد ختم ہو سکتی ہے، تاکہ اللہ کا علاقہ شروع ہو جائے؟ جبکہ اللہ کا خود یہ کہنا ہے کہ وہ شہ رگ سے بھی قریب ہے۔
کیا آپ کے پاس کوئی ایسی دوربین ہے جو ہمیں بھی وہ سرحدی لکیر دیکھا دے جسکے پار اللہ کی حکمرانی شروع ہوتے ہی فضائل اہلبیتؑ پیچھے رہ جاتے ہیں؟

آغا فرمان: میں کیا کہوں جب معصومؑ خود فرما گئے کہ ہم ان کے فضائل کی حقیقت کو آخر تک کبھی نہیں پا سکتے۔

دانش مہدی: کیا اب یہ ناجائز نہیں کہ خود سرحد معلوم نہیں اور دوسروں کو الزام دینا کہ وہ پھلانگ رہے ہیں۔؟
جہاں تک علم الرجال اور قاعدہ درایت کی حقیقت ہے تو یہ دماغی عیاشی اور اپنی اپنی آراء کو تسلیاں دینے کی باتیں ہیں۔ اپنی پسند اور ناپسندیدگی کیلئے علمی جواز اکٹھے کرنے کے ہتھیار ہیں۔

آغا فرمان: لیکن اگر ہم غالیوں کا راستہ نہیں روکتے تو خود فیصلہ کیجئے کہ اغیار کا منہ کیسے بند ہوگا؟

دانش مہدی: اغیار کوئی حق کا معیار ہیں؟ اگر ان کی خوشامدی میں عظمت اہلبیتؑ پر ہم اسی طرح سیاسی اور نفسیاتی سودے بازیاں کرتے چلے آئے تو ہم اور ان میں باقی کیا فرق رہ جائے گا؟ آپ ان کی فکر چھوڑیئے؛ ان کے ہاں تو منصور حلاج اور بسطامی اپنی الوہیت کے نعرے لگاتے پھرتے ہیں۔ ان کی نزدیک شطحاتِ اولیا اللہ کوئی گناہ نہیں ہوتے؛ بلکہ انہوں نے تو من گھڑت کرامات کے غیر معقول انبار لگا رکھے ہیں۔
مطلب یہ کہ کیوں اپنوں کو ہی غالی اور مشرک بنا کر زبردستی دنیا کے سامنے قربانی کا وہ بکرا بنانے پر تلے ہوئے ہیں جس کی ان کو ضرورت نہیں۔ کیوں داخلی تکفیریت سے اہل تشیع میں ناچاکی پیدا کر کے سبھی کو خارجی تکفیریت کا آسان نشانہ بنانے کی گھٹیا کوشش میں سرگرم عمل ہیں؟۔
کیا مذہب کے نام پر سیاست، ملا کے بددیانت عزائم ظاہر نہیں کرتی؟

آغا فرمان: علما کیسے مذہب کو استعمال کر سکتے ہیں؟ معاشرے کی اصلاح تو امر و نہی کے ضمن میں شمار کی جائے گی۔

دانش مہدی: کیا مذہب کی آڑ میں سیاست اور طاقت کی انسانی حرص و طمع ہمیں عیسائیت میں نہیں ملتی؟ عیسائی پاپائیت نے کیا اخلاقی جرائم چھوڑے؟ وہی پاپائیت کیا آج ہمیں شیعہ فقہا کی سیاسی اجارہ داری میں مرجعیت بن کر نظر نہیں آ رہی؟ کیا ولایت

فقیہ عیسائی پاپائیت کی طرح ''سیاسی غلو'' نہیں؟ صفوی دور میں ہی ان کے اندر عیسائی پادریوں کیطرح احساس طاقت پیدا ہونے لگا۔ جو وقت کیساتھ ساتھ طاقت کی خواہش میں بدلنے لگا۔ شیعہ کلیسے کو یہ امر نہایت واضع دیکھائی دینے لگا کہ جب تک شیعہ قوم فضائل معصومینؑ پر مطلق یقین رکھتے ہوئے امام زمانہؑ کو ہی ولی الامر مانتے ہیں؛ تو کوئی بھی مجتہدوں کو وارث قرآن حقیقی معنوں میں تسلیم نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس کا بندوبست یہ کیا کہ جس طرح پاپا روم تا ظہور عیسیٰؑ، عیسائیت میں مسیح کا نائب بن گیا؛ شیعہ پادریوں نے بھی نائب امامؑ کا عہدہ گھڑ لیا۔ قوم کے مہدیؑ کیلیئے جوش و ولولے کو ٹھنڈا کرنے کیلیئے فضائل آل محمد ﷺ کی تقصیر کرنی شروع کر دی۔ آئمہ اطہارؑ کی نوع کو بشری جنس کے پلڑے میں تول کر ان کی شخصیت اور فلسفہ ولایہ کو سیاست اور ریاست کے ارد گرد گھومانے کا رواج ڈال دیا۔ روحانیت کی جامعیت کو پوجا پاٹ اور اعمال کے دقیق ترین مسائل میں الجھا کر معرفت کے حقیقی معنوں سے عاری کر دیا۔ اس طرح شیعت کی روح ولایہ کو سیاسی بنا کر شیعہ کلیسے نے پاپائیت کے لئے اپنی جگہ بنانی شروع کر دی۔ نااہل حکومتوں اور حکمرانوں نے عوام کو شیعہ پادریوں کی سیاست میں پھنسانے کیلیئے خواہ مخواہ اہم کردار ادا کیا۔ خمس نے حوصلے بلند تر کر دیئے۔ نتیجہ معلوم آج ایرانی مجتہد پرستوں نے بے فائدہ امام زمانہؑ کی جگہ اپنے مفید سیاسی راہنما خمینی کو حقیقی امام بنالیا ہے۔

آغا فرمان: لیکن خمینی کا اصل نام تو روح اللہ ہے۔ یہ امام کا تو لقب فقط تنظیماً استعمال کیا جاتا ہے۔

دانش مہدی: کیوں سمجھ کو مغالطوں میں ڈالتے؟ چلو اہل سنت کا نظریہ امامت سمجھ میں آتا ہے کہ امام ان کیلیئے معصوم نہیں ہے۔ جو کوئی بھی شخص اپنے فن میں مہارت رکھتا ہو وہ فن کار اُن کیلیئے امام ہے۔ لیکن اہل تشیع کے ہاں تو امامت باقاعدہ دین کا رکن ہے۔

آغا فرمان: بات تو کچھ سمجھ آتی ہے۔ ذرا مزید روشنی ڈالئے۔

دانش مہدی: الفاروق اور صدیق کیا حضرت علیؑ کے القاب نہ تھے؟

آغا فرمان: جی تھے!

دانش مہدی: کیسے؟

آغا فرمان: حق و باطل میں تفریق، اور سچ کی تصدیق واسطے علم چاہیئے۔ جب باب العلم علیؑ ہیں تو ان کے ہوتے غیر عالم جو عدالتی فیصلوں میں متعدد بار آپ کی طرف مشکل کشائی کیلیئے رجوع کرتے تھے، وہ کیونکر ان علمی القاب کے دعویدار بنائے جا سکتے ہیں؟

دانش مہدی: یہی کلیہ آپ خود ذرا اہل تشیع پر صادر کریں۔ جب امامؑ اللہ کی طرف سے بارہ ہی مقرر ہیں تو سارے شیعہ اور ان کے مذہبی راہنما بھی ملکر کیسے روح اللہ خمینی کو امام کا لقب دیکر امامؑ کے تشخص کو مغالطے میں جھونک سکتے ہیں؟ وجہ؟ بیشمار دیگر

الفاظ میں سے کوئی بھی ایک لقب میں ڈھال کر نام سے منتھی کر لو؛ کوئی مسئلہ نہیں؛ یہ معرفتِ امامت میں القابی تنازع کیوں پیدا کیا گیا ہے؟ جو کام اہلسنت کیلئے ناجائز ہے، وہ آپ اپنے لئے جائز کیسے قرار دے سکتے ہیں؟۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ شیعہ نظامِ پادرئیت عوام کو القاب کے مقدس رعب سے مغلوب کر کے تقلید کا طوق اور پکا کرنا چاہتا ہے؟ کیا اہلبیتؑ کے سورج کو غیبت کی غار میں بند کر کے اپنے اپنے اجتہاد کی موم بتیاں روشن کرنا تو مطلوب نہیں؟ پادریوں کیطرح، جو عیسیٰؑ کے نام پر لوگوں کی روحانی عقیدت کو نفسیاتی یرغمال بنا کر سیاسی اور اقتصادیاتی غلبہ چاہتے تھے؛ کہیں شیعہ علماء بھی تو فلسفہ امامت میں انسانی عظمت، شعور و آگاہی کو تقلید کا مریض بنانے کے تو درپے نہیں؟

یہ سوالات لائق غور و فکر ہیں۔ کس طرح ایک فقط مفتی یا مجتہد عالمگیر امامِؑ زمانہ کا نائب مقرر کیا جا سکتا ہے باہمی اجماع کر کے؟ کوئی عالم ہے تو ہو گا۔ لیکن غیر معصوم کس طرح معصومؑ اور جامع ترین امامؑ کی نمائندگی کرے گا؟۔ جب امامؑ ہر جگہ لا متناہیت کیطرح حاضر و ناظر ہے تو پھر نائب کیسا؟ موجود کا نمائندہ کیسے موجودگی کا معقول تصور دے سکتا ہے؟

اب جو قمی اور نجفی پاپاؤں کے کلیسائی نظام کی نظر بندی سے باہر ہو وہ غالی ہے، کہ غلو خود مقصرین کے خارجی قیاس کا نام ہونا چاہیے؟

آغا فرمان: فرض کریں ہم شیعہ چرچ سسٹم کو نکال دیتے ہیں، تو پھر شیعہ عوام کیا بے لگام ہو کر مذہبی فسادات کا شکار ہو جائے؟

دانش مہدی: جنگل میں بھی قانون فطرت ہوتا ہے۔ بلکہ نہایت مؤثر اور دائمی طور پر کار فرما رہا ہے۔ ورنہ دنیا میں قدرتی زندگی ختم ہو جائے۔ یہ تو انسان کی خبیث اور حریص سوچ نے فطرت پر یلغار کر رکھا ہے۔

سماجی شعور خود ہی زندہ رہنے کے آداب سکھا دیتا ہے۔ اور مکتب اہلبیتؑ ہے ہی انسانیت، جذبات کے عقلی احترام کیلئے درس گاہ۔ چنانچہ ہمیں اہلسنت برادران کو، اور خود بھی، فضائل اور حقائق اہلبیتؑ پر بڑے شائستہ اور سنجیدہ طور پر اکٹھا ہونا ہو گا۔ اتحاد کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اتفاق ہر کسی کو ایک کر دے۔ تمام اشیاء میں یکسانیت ہو جانا عدل، فطرت اور عقل کے منافی ہے۔ ہمیں تصادم ختم کرنا چاہئے باقاعدہ علمی کشمکش کے سائے ہیں۔ یہ ہی امام صادقؑ نے اس حدیث کا مطلب بتایا کہ ”میری امت میں اختلاف باعثِ رحمت ہے“۔

جہاں تک اہلسنت کی روحانی عقیدت کا معاملہ ہے، تو اس کا شیعہ علماء کو ٹھیکدار بننے کی ضرورت نہیں۔ اگر جرات ہے تو امام شافعی پر، جو انہوں نے اسرارِ علیؑ پر اشعار رقم کئے ہیں، غالی ہونے کا الزام لگاؤ! تصوف میں ہر لڑی علیؑ پر جا کر رکتی ہے۔ وہ تو حضرت ابو بکر کی زبانی ذکرِ علیؑ کو عبادت کہتے ہیں۔ ابن ابی الحدید کیا نصیری تھا جس کا قصیدہ روضہ علیؑ پر لکھا ہے؟ خطبہ البیان کے غلط ہونے کا ذمہ علامہ باقر مجلسی نے نہیں لیا، جس کے باپ نے باقاعدہ اس کے حق میں کتاب لکھی، جیسے طبری نے کتاب الغدیر تحریر کی تھی۔

آغا فرمان: (ایسے جیسے آغا صاحب کے چودہ طبق روشن ہو گئے ہوں) بے شک اہلسنت کی کتب فضائل علیؑ اور اہلبیتؑ سے بھری پڑی ہیں۔ لیکن میرا ایک سوال ہے کہ سماج میں رہنے کیلئے کوئی سیاسی سوچ، طاقت ہونا بھی ضروری ہے تا کہ ہم اپنے حقوق کو سلب ہونے سے محفوظ رکھ سکیں۔

دانش مہدی: کیوں نہیں! شیعت تو ظلم کے خلاف قیام؛ انسانی شعور اور فکری کمال کیلئے آزادی اور تہذیب کی علمبردار رہی ہے۔ کربلا تو انقلاب اور عدل کی درس گاہ ہے۔ شیعت یاد رہے امامؑ بر حق کی وجہ سے ہے۔ ایران، عراق اس کے ٹھیکدار نہیں! شیعت تو شعور سے متعلق ہے۔ سیاست تو مکتب اہلبیتؑ میں سماجی ضرورت ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ مجتہد ٹولہ شیعت کے قیام و بقا میں خود کو مرکز بنا کر اپنی مذہبی اجارہ داری سیاسی طور پر مقلدین کی گردنوں میں ڈالنا اپنا حق بنائے بیٹھا ہے۔ حالانکہ ان ملاؤں کی حیثیت ایک شعبے سے زیادہ معاشرے میں کچھ نہیں!

آغا فرمان: کیا دین کو دنیا سے الگ کر دیں؟

دانش مہدی: کیا دین معرفت امامؑ ہے یا تقلید غیر معصوم؟

آغا فرمان: معرفت امامؑ بے شک! حدیث بر ملا کہہ رہی ہے کہ جو اپنے امامؑ کی معرفت بنا مر گیا وہ جاہل مرتا ہے۔

دانش مہدی: دین تو فطرت کا باطن اور دنیا اس کا ظاہر ہے۔ آپ کیوں اس جامع دین کو مولوی کے طلسم میں قیدی بننا لازم قیاس کئے ہوئے ہیں؟ کیا کوئی صاحب عقل و ذوق یہ تصور کر سکتا ہے کہ جنت اور دوزخ کا چین اور جاپان سے کوئی تعلق نہیں؟ کوئی انسانی تاریخ اور تہذیبوں کیا، لاتعداد معاشروں اور ثقافتوں کا انکار کر کے تمام انسانوں کی مذہبی توانائیوں کو مسلمانوں کے 73 فرقوں کے طواف تک محدود کر سکتا ہے؟ اللہ تو کہتا ہے کائنات کے علاوہ بھی ہر چیز اس کی اپنی اپنی زبان میں تسبیح کر رہی ہے۔ اسلام تو کل آیا ہے؛ اچھا باقی اہل زمین و تاریخ کا کیا قصور ہے جو وہ سیدھا جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے؟ رسول پاک ﷺ تو رحمت اللعالمین ہیں۔ جبکہ تہتر میں سے صرف ایک فرقہ ناجی ہے۔

کیا ہر بچہ اسلام کی فطرت پر ہی پیدا نہیں ہوتا؟

آغا فرمان: بالکل!

دانش مہدی: تو پھر آیئے اس عالمگیر اور آفاقی اسلام کو تلاش کریں جو ہر بچے میں پیدائشی طور پر فطرت کا اصول ہے! کیا آپ نے کبھی اس متعلق غور و فکر کیا۔

آغا فرمان: میں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ وہ اصول فطرت جس پر اسلام نازاں ہے، کیا ہونا چاہیے؟

دانش مہدی: وہ ہے عدل! عدل ہے اسلام کا اصولِ فطرت۔ جہاں کسی سیاست، کسی ریاست کا کوئی لینا دینا نہیں۔ مولائے کائنات نے بس ایک جملے میں سب ختم کر دیا کہ، غیر اسلامی حکومت جو عادل ہو بہتر ہے اس مسلمان ریاست سے جو ظالم ہو۔

آغافرمان: آپ نے جملہ امام علیؑ کیا کمال موقعے پر نصب فرمایا ہے۔

دانش مہدی: سارا انظامِ عقل و تکوینی بس اسی عدل کی کیلی کے ارد گرد گھومتا، طواف کرتا، نظر آتا ہے۔ تمام کارخانۂ قدرت عدل پر مبنی ہے: اور اس پر غور و فکر کو امیر کائنات نے عبادت قرار دیا۔ تمام علوم کا آخر موضوع اور حاصل عدل ہے۔ علوم کا مقصد اس عدل کیلئے ہی عقل واسطے راستہ ہموار کرنا ہے۔ ہر کوئی، ہر جگہ، ہر وقت میں، اپنے حالات و واقعات کی مناسبت عدل کے مطابق جوابدے ہے۔

اب آپ ہی بتایئے، کیا یہاں کوئی لسانیاتی، اعمالیاتی، عباداتی نت نئے کلیے اخذ کر کے عوام کو یرغمال بنا کر ذاتی اجارہ داری حاصل کرنے کا اخلاقی جواز باقی رہ جاتا ہے؟

آغافرمان: میں تو پریشان ہو گیا ہوں کہ پھر مذہب کی معاشرے میں کیا نمائندہ حیثیت رہ گئی اس اجارہ داری کے خاتمے بعد؟

دانش مہدی: فقط اداریاتی، نہ کہ کُلی۔

آغافرمان: کیا مذہبی نمائندگی سیاسی ہو ہی نہیں سکتی؟

دانش مہدی: ہو سکتی ہے۔ مگر شرط کیساتھ کہ اس کو عدل اور اسلام کے عالمگیر فلسفہ فطرت سے واقفیت اور دوستی ہو۔ وہ دنیا اور دین کو فطرت کے عادل آئینے میں دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اُسے ملائیت کے مخصوص خول کو توڑنا ہو گا تا کہ وہ آزادانہ فکر کے مطابق ایک عادل معاشرے قائم کرنے میں بآسانی اپنا حصہ شامل کر سکے۔

آغافرمان: کیا مذہب کے بنا امر و نہی معاشرے میں ممکن ہے؟

دانش مہدی: اگر آپ امر و نہی کو صوم و صلوٰۃ میں بند کئے بیٹھے ہیں تو پھر نہیں۔

آغافرمان: کیسے؟

دانش مہدی: آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یوم کربلا نماز، روزے پر لڑائی تھی؟

آغافرمان: میں سمجھا نہیں۔

دانش مہدی: یوم عاشورہ ظلم کے خلاف قیام تھا۔ حسینؑ مدینے سے ریاست نہ ہی جنگ، بلکہ امر و نہی کیلئے نکلے تھے۔ ظلم کی ضد کیا ہوتی ہے، عدل معلوم ہوا کہ امر و نہی بالفاظ دیگر عدل کے قیام کو کہتے ہیں۔ اب سمجھ آئی امام عالی مقامؑ کیوں اپنے اہل و عیال ہمراہ لے گئے؟ امر و نہی کی روحِ عدل کے زاویے سے دیکھے بنا سمجھ آسکتی ہی نہیں۔

خلافت بطور اقتدار تو علیؑ نے شوریٰ عمریہ میں ہی ٹھکرا دی تھی۔ امام حسنؑ نے دستبرداری اختیار کر لی۔ کیونکہ خلافت الہیہ تو ناقابل انتقال ایک علمی مقام ہے۔ یہاں تک کہ خود یزید کے بعد اسکے اپنے بیٹے نے خلافت کو ذلت کا طوق سمجھ کر اپنے گلے سے اتار پھینکا، جسے مروان نے فوراً پہن لیا۔ خلافتِ عثمان کے بعد جب عنانِ حکومت زبردستی امیر کائناتؑ کے ہاتھوں میں

تھمادی گئیں، تو اس وقت نہج البلاغہ میں آپ ان کے یہ فقرے بھول گئے کہ اس اقتدار، اس خلافت کی قدر و قیمت میری نظر میں بکری کی ناک سے سردیوں میں نکلنے والی غلیظ رال سے بھی ہیچ ہے۔

آغا فرمان: کیا بنا ریاست عدل، مطلب امر و نہی کا قیام ممکن ہے؟

دانش مہدی: عدل کا اسلام میں مقصد سمجھنا ہوگا۔ یہ عدل برائے عدل نہیں؛ بلکہ انسانیت کیلئے باقاعدہ منشور سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 151 میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے: ''ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول ﷺ بھیجا جو آیات پڑھ پڑھ کر تمہارے نفوس کو پاکیزہ کرتا ہے الکتاب اور الحکمت کی تعلیم دیکر۔''

اگر خلافت کا مطلب ریاست ہے تو فرعون، نمبرود، سکندر اور ہلاکو خان بھی اللہ کے خلفا ثابت ہو گئے۔ اس کے بعد یہ سمجھنا کوئی دشوار امر نہیں رہ جانا چاہیے کہ اللہ نے شیطان کو کیوں تا قیامت مہلت دے رکھی ہے۔

پس عدل کو امر و نہی کی دینی فطرت میں سمجھنے کیلئے عقل مندوں کو تو اشارہ ہے، لیکن احمقوں سے پردہ۔ یہ روشن فکری صرف مکتب اہلبیتؑ میں ہی دستیاب ہے۔ تمام مکاتب اسلامی میں کوئی انقلابی منشور ہے نہ عدل و عقل کیلئے روحانی مقدمہ۔

آغا فرمان: میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ عقل کا شیعت میں انقلابی مقدمہ عدل تاریخ میں سامنے لانے کی کوشش کریں تاکہ معاملے کو حقیقت میں سمجھنے کیلئے، مزید آسانی پیدا ہو جائے۔

دانش مہدی: وہی منشور جس کا پرچار کرتے ہوئے ابوذر نے جام شہادت ربذہ کے صحرا میں نوش کیا۔ کربلا کیوں برپا ہوئی؟ مہدویت زندہ انقلابی تحریک ہی تو ہے جسمیں شامل ہر شیعہ کو امام زمانہؑ کا انصار ثابت کرنا ہے۔

آغا فرمان: اس ساری گفتگو کا ابھی تک ہم کیا نتیجہ سمجھیں؟

دانش مہدی: مذہب شیعہ میں کسی عالم کی اجارہ داری کا تصور نہیں۔ بلکہ عدل کا تصور ہے جس کی سماجی نوعیت اداریاتی ہونی چاہئے تا ظہور مہدیؑ۔

آغا فرمان: اس اداریاتی عدل کو سماجی نظام میں کیسے پکارا جائے؟

دانش مہدی: آفاقی سوشلزم۔ The Transcendental Socialism

آغا فرمان: لیکن کارل مارکس کی یہ تھیوری تو سوویت یونین کے ساتھ ہی بحران کا شکار ہو کر زمین بوس ہو چکی ہے۔

دانش مہدی: کارل مارکس کی سوشلزم ارضی طور پر محدود Terrestrially Limited Socialism تھی۔ مجھے بتائیں کیا عالمگیر عدل اپنی آفاقی روح میں ختم ہو سکتا ہے؟

آغا فرمان: جو روح آفاقی ہو وہ کیوں فنا ہو گی۔ ویسے میں نے آپ کی زبانی پہلی بار لفظ ''آفاقی سوشلزم'' سنا ہے۔

دانش مہدی: آفاقی سوشلزم کسی کارل مارکس پر منحصر نہیں ۔ یہ تو عدلِ الٰہیہ کی فقط سماجی صورت ہے۔ سوشلزم کا مطلب صرف اتنا ہے کہ حیات کی بنیادی شرائط معاشرے میں برابر پوری کرتے ہوئے انسانی شعور کو آفاقی ترقی کیلئے ان سے آزاد و بلند کر دے۔

بد قسمتی سے میں سمجھتا ہوں کہ مارکس نے تو الٹا انسانی روح کو بنیادی ضروریات میں نظر بند کر کے رکھ دیا۔ وہ خود سرمایہ داری نظام کا ہی دوسرے لفظوں میں الٹا عکس ثابت ھوتا ہے۔ چنانچہ کچھ ہی ظاہری پرواز کرنے کے بعد مارکس کی سوچ اپنی موت آپ مر کر سرمایہ داری کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتی ہے۔اس کی یہودی نفسیات من و سلویٰ کے گول چکر سے باہر آئی ہی نہیں۔اس سلسلے میں میرا جامع مضمون The Myth of Marxism and Pakistan لائق مطالعہ ہے۔مارکسی نظام سرمایہ داری کی آواگون تنقید کا خود ہی شکار بن کر رہ گیا۔

آغا فرمان: آپ کا کہنا ہے کہ سوشلزم کی یہ آفاقی تحریک مکتب اہلبیتؑ کی تعلیمات اور کردار کی روشنی میں ہمیں شیعہ کلیسا کی شخصی اجارہ داری سے نجات دلا سکتی ہے۔ کیا اس کی کوئی روشن مثال دور حاضر میں کسی مفکر کے حوالے سے آپ پیش کر سکتے ہیں؟

دانش مہدی: جی ہاں۔انقلابِ ایران کا معلم ڈاکٹر علی شریعتی۔

آغا فرمان: لیکن انقلاب تو آغا خمینی کا مرھون منت ہے۔

دانش مہدی: انقلاب ایران سے آپ جب علی شریعتی کو تفریق کر دیں گے تو پیچھے وہی جعلی امام والے لقب کا معاملہ ہی رہ جائے گا۔ وقت کیساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی کھل جائے گی؛ جس طرح پاکستان میں منافق طاقتیں ذوالفقار علی بھٹو کو ہضم نہیں کر سکی۔

آغا فرمان: کیا اس داخلی بیداری کی خود شیعہ مولوی کے علاوہ ذاکرین مخالفت نہ کریں گے ؟

دانش مہدی: بالکل ان کو بھی کرنی چاہیئے۔آپ کا سوال بڑا نفیس ہے۔ دیکھیں مکتب اہلبیتؑ کوئی خالی جمع تفریق نہیں۔اس کی تاریخ میں ایک بڑی واضح پہچان سرمایہ داری نظام کو چیلنج کرنا رہی ہے۔ چنانچہ یہ سرمایہ دارانہ سوچ اور نظام فقط شیعہ پادری تک محدود نہیں بلکہ دولت میں لوٹ پوٹ ہونے والے ذاکرین بھی ہیں۔ خون حسینؑ میں لقمے ڈبو ڈبو کر کھانے والے کس طرح ابوذر کے انقلاب کو برداشت کریں گے۔ ولایہ، عزاداری اور فضائل کے نام پر ذاکرین کی یہ سرمایہ دارانہ سوچ مولوی کے نظام استحصال کا ہی غیر منظم عکس ہے۔

آغا فرمان: اس کا اہل سنت پر پاکستانی سماج میں کیا فرق پڑے گا۔

دانش مہدی: مظلوم، محروم اور محکوم طبقے کا ہر فرد یہ ہی نظام چاہتا ہے۔ بیشک خود سنی مکتب فکر کسی انقلابی سوچ اور عدل کا حامل اور حمائتی نہیں رہا۔ اسی لئے جونہی سُنی سوچ میں انقلاب شعور پیدا ہوتا ہے، وہ شیعہ ہو جائے گا یاد ھر یہ۔

آغا فرمان: اس شیعہ آفاقی سوشلزم کے مقابلے میں پاکستان کے سیکولر سوشلسٹوں کو آپ کیسے دیکھتے ہیں؟

دانش مہدی: یہ عقل کے بونے، جو کیڑوں کیطرح کیچڑ، مطلب مادے میں جنت اور شعور کا منبع بنائے خود کو دھوکہ دیئے بیٹھے ہیں۔

مارکس پرستی نے ان کے مفلوج دماغوں کی چابیاں کہیں دور کسی سمندر میں پھینک دی ہیں۔ یہ لوگ ایسے احمق مذہب دشمن ہیں کہ جنہوں نے موسیٰؑ کی جگہ مارکس کو اپنا پیغمبر بنالیا ہے۔ ان کا خدا نظریہ "تاریخی مادیت"، اور مقدس کتاب "سرمایہ" بن چکے ہیں۔ یہ ھندؤں سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔

آغا فرمان: کیسے؟

دانش مہدی: ھندو تو باقاعدہ پہلے بتوں کو تراشتے ہیں؛ یہ حضرات سیدھا کیچڑ پرست ہیں: جس سے مارکس کا پتلا آدم کی بجائے خود بخود ہی بن گیا۔ تاریخ کے جدلیاتی چکر نے اس میں روح پھونک کر زمین پہ پردلتاریہ کو خود کفیل بنانے کیلئے بندر سے پیدا کر لیا۔

آغا فرمان: کیا ان سرمایہ دار ذاکرین اور ملاؤں کو قابو کرنے کیلئے کوئی فوری حل نہیں؟

دانش مہدی: تعلیم اور آفاقی سوشلزم کا شعور ہی شیعہ پادریوں کا گھمنڈ اور اجارہ داری توڑنے کیلئے کافی ہیں۔ رہا سوال ذاکرین کا، تو ان کیلئے ایک الگ ادارہ ہونا چاہئے جو ان کو باقاعدہ ماہانہ تنخواہ دے۔ اس سرمایہ دارانہ نظامِ یزیدی کو ختم کئے بغیر روح شیعت فقط نشہ، عادت، اور اجارہ داری ثابت ہوں گے۔

آغا فرمان: کیا پاکستان کی سرمایہ دارانہ ریاست اور بیرونی دنیا اس تحریک شیعہ کے خلاف مارے خوف اقدام نہ اٹھائیں گے؟

دانش مہدی: یہ سوچ کونسا ایک دن میں ٹینکوں پر بیٹھ کر آٹپکے گی؟ ندا حق آہستہ آہستہ ہی پھیلتی ہے۔ پاکستان تو ہر دن غربت، آبادی اور سیاسی کشمکش کی دلدل میں دھنستا چلا جارہا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے عدالتی قتل کے بعد اس ملک کی بدقسمتی کا فیصلہ ہو گیا تھا۔ آج وہ اس دھرتی کا اصلی ھیرو اوپر آسمانوں پر بیٹھا مسکرا رہا ہے۔

باقی سوال رہا سرمایہ دار بیرونی دنیا کا، تو سارے عالم میں مغرب اور امریکہ، جیسے روسی صدر پیوٹن نے کہا، Empire of Lies، کیلئے آکسیجن ختم ہوتی جارہی ہے۔ خبیث ہنری کسنجر کا امریکہ زوال کا تیزی سے شکار ہوتا چلا جارہا ہے۔ بوڑھا انکل صام اپنے مغربی حواریوں کے ساتھ، کرونا کے بعد، تنگ آکر روس، چین اور ایران سے، یوکرین کے پیچھے بیٹھا مایوس جنگ کر رہا ہے۔ مطلب یہ کہ سرمایہ دار بدمعاشوں کا نظام شدید بحران کا شکار ہو چکا ہے۔ اگر دنیا کو کوئی نظام فوری

مستقبل میں بچا سکتا ہے مادی اور نفسیاتی تباہی سے، تو وہ ہے شیعت کی آفاقی سوشلزم۔ زمین اور اس کے وسائل اب زیادہ دیر تک سرمایہ دار شیطانوں کے جرائم اور فریب برداشت نہیں کر سکیں گے۔

آغا فرمان: اگر ہم اس کو فلاحی ریاست ہی فی الحال مان لیں، تو شیعہ قوم کو اس سلسلے میں کون سے بنیادی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے؟

دانش مہدی: جدید علوم کیلیئے سکولز، کالج اور یونیورسٹیز کھولی جائیں۔ آئمہ اطہارؑ کی تعلیمات و تشریح کی روشنی میں قرآن و حدیث فہمی کو شیعہ تعلیمی ادارے، روشن فکری اور حکمت و فلسفہ کی تحصیل میں عام کریں۔ تمام عالمگیر ادیان اور اسلامی فرقوں کا مستند اور تقابلی مطالعہ رواج دیا جائے۔ تعلیمات اہلبیتؑ کو شیعہ مدارس سے باہر کھلے آسمان، روشن سورخ اور تازہ ہوا میں لایا جائے۔ ملائیت کو ایک شعبے تک محدود کرنا ہو گا۔ اس طرح مذہب حقا کہ میں کوئی اجارہ داری باقی نہ رہے گی اور ہر پڑھا لکھا شیعہ دین کو یرغمال ہونے سے بچالے گا۔ ایک روحانی سائنس، دانشمندانہ فقہ، عقلی عبدیت کی شیعہ دنیا پیدا ہو گی۔

مدارس میں داخلے کیلیئے صرف مخصوص نشستیں کم از کم انٹر میڈیٹ کے بعد مختص ہونی چاہیئے۔ اہلبیتؑ کے اسلام کو روایتی اجارا داروں سے نکال کر جدید عقلی آزادی کی فضا میں پروان چڑھانا ضروری ہے۔ مولوی کا نہیں، بلکہ مولا کے علم دوست، عقلی مقدمہ اسلام کو رواج دینا ہو گا۔

The End

Dated: 16-03-2022

مصنف کی دیگر تحریریں اور کتب مندرجہ ذیل لنک پر موجود ہیں۔ رجوع فرمائیں۔

https://archive.org/details/@aqae

Academia.edu